شیئرز اور کمپنی کی شرعی حیثیت

علامہ شیخ وہبہ مصطفیٰ الزحیلی

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی اشرف المرسلین وعلی اله وصحبه اجمعین، امابعد!

تمہید:

اسٹاک کمپنیوں (stock companies) میں شیئرز کے ذریعہ کاروبار رائج اور اہمیت کا حامل ہوگیا ہے، اس قسم کے کاروبار کا مقصد اجتماعی محنت کی شکل میں انفرادی یا جزئی رقوم کے ایک مجموعہ کی سرمایہ کاری کر کے یا ان کو کاروبار میں لگا کر منافع حاصل کرنا ہوتا ہے۔ عموماً لوگ اس کاروبار کی ایک بڑی اسکیم کو تن تنہا چلانے پر قادر نہیں ہوتے، لہٰذا بڑے سرمائے کو شیئرز یعنی ان کاروباری دستاویزات (commercial papers) کے ذریعہ تقسیم کیا جاتا ہے جو اسٹاک ایکسچینج یا دیگر مارکیٹوں میں آفر کئے جاتے ہیں، اور دسیوں یا سیکڑوں افراد کی طرف سے جن کی قیمت ادا کی جاتی ہے۔

اس طرح بڑی بڑی صنعتی یا زرعی تجارتی اسکیموں کی سرمایہ کاری کے لئے بینکوں یا دیگر فنڈز اور مقامات میں جمع شدہ پرائیویٹ اور پوشیدہ سرمائے سے فائدہ اٹھانا ممکن ہوتا ہے۔

شیئرز کی بالفور یا بتاخیر، قبضہ کے ذریعہ یا بغیر قبضہ کے، براہ راست یا ایجنٹوں اور بروکر (broker) کے ذریعہ، خرید وفروخت کے مختلف پہلوؤں کے تعلق سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

شیئرز کے ذریعہ شراکت داری کا مسئلہ اس وقت اور پیچیدہ ہو جاتا ہے جب جوائنٹ اسٹاک کمپنی اپنی اسکیم کو فروغ دینے، اسے کامیاب بنانے، اس کے کاروبار کے دائرہ کو وسیع کرنے، اس کو زیادہ فعالیت عطا کرنے اور زیادہ مفید اور انتہائی ترقی یافتہ مشینوں کی خریداری کے لئے بینکوں سے سودی قرضے لینے پر مجبور ہوتی ہے۔

مقالہ کے موضوعات:

زیر نظر مقالہ مندرجہ ذیل موضوعات پر مشتمل ہے:

۱۔ کیا شیئرز کمپنی میں جزوی ملکیت کی حیثیت رکھتے ہیں یا یہ رقوم کی دستاویز ہیں؟
۲۔ کمپنی کے اپنے کاروبار شروع کرنے سے پہلے خریدے گئے شیئرز کی بیع؟
۳۔ ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت جس کے قیام کے بعد اس کا سرمایہ سودی اور غیر سودی دونوں کے مجموعہ مال پر مشتمل ہو؟
۴۔ حرام کاروبار کرنے والی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم؟
۵۔ ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم جس کا کاروبار تو حلال ہو لیکن انکم ٹیکس کی زد سے بچنے کے لئے اسے سودی قرض لینا پڑتا ہو؟
۶۔ ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم جس کا کاروبار حلال ہو مگر اسے اپنے سرمائے کا ایک حصہ سینٹرل ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہو یا سیکورٹی بانڈز خریدنے پڑتے ہوں؟
۷۔ سودی قرض سے حاصل ہونے والے منافع کا حکم۔ کیا وہ حلال اور مفید ہیں؟
۸۔ کیا کمپنی کا بورڈ آف ڈائریکٹرز، شیئرز ہولڈر کا وکیل ہے؟
۹۔ کیا کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے کے فیصلہ سے اختلاف کرنا اسے سودی قرض کے وبال سے بری الذمہ کردے گا۔
۱۰۔ کیا شیئر ہولڈر کے لئے سود سے پیدا شدہ متعین منافع کے بقدر صدقہ کردینا کافی ہے؟
۱۱۔ کیا کل آمدنی میں مخلوط سود سے حاصل شدہ منافع کے بقدر صدقہ کردینا شیئرز ہولڈر کیلئے کافی ہے؟
۱۲۔ قیمتوں کے بڑھنے کی صورت میں شیئرز کی تجارت (یعنی نفع کے ساتھ اس کو فروخت کرنے) کا کیا حکم ہے؟
۱۳۔ شرعاً فیوچر سیلز (جس میں نہ مبیع کی حوالگی ہوتی ہے اور نہ ہی ثمن کی ادائیگی) کا کیا حکم ہے؟
۱۴۔ کسی شئے کے سلسلے میں ہونے والی اس بیع کا کیا حکم ہے جس کی اضافت مستقبل کی طرف کی گئی ہو؟
۱۵۔ حکمی قبضہ سے متصف شیئرز کی اس خرید کا کیا حکم ہے جس میں شیئرز سرٹیفکیٹ پر قبضہ حسی مؤثر ہو؟
۱۶۔ قبضہ حسی سے پہلے شیئرز کی بیع کا کیا حکم ہے؟
۱۷۔ اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں بروکرز یعنی ایجنٹ کی حیثیت سے کاروبار کرنے کا کیا حکم ہے؟

۱۔ کیا شیئرز کی حیثیت کمپنی میں حصہ کی ہے یا رقوم کے دستاویز کی ہے؟

شیئرز: یکساں قیمت (value) کے حامل، ناقابل تقسیم (indivisible) اور تجارتی

ذرائع سے قابل تداول وہ دستاویزات (documents) ہیں جو کمپنیوں کے اصل سرمائے میں شراکت اختیار کرنے والے شیئر ہولڈر کے حقوق کی نمائندگی کرتے ہیں۔مصری سول قانون کی دفعہ ۵۰۵، اورشامی قانون کی دفعہ ۴۷۳ میں کمپنی کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ: کمپنی ایک ایسا عقد ہے جس کے بموجب دو یا دو سے زائد اشخاص اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک سرمایہ یا محنت کا ایک حصہ پیش کر کے کسی مالی اسکیم میں شراکت اختیار کرے گا، اوراس اسکیم سے پیدا شدہ نفع یا نقصان آپس میں تقسیم ہوں گے۔

موجودہ تجارتی قانون کے ماہرین کی اس تعریف سے واضح ہو جاتا ہے کہ: شیئرز وہ دستاویزات ہیں جنہیں شیئرز کمپنی جاری کرتی ہے، اور یہ کمپنی کے اصل سرمائے اوراس کے ضمن میں حاصل ہونے والے حقوق میں مشترک حصص کی نمائندگی کرتے ہیں، کمپنی کے اصل اثاثے اوراس سے حاصل شدہ حقوق کا دارومدار کمپنی کے خالص املاک، اس کی آمدنیوں اوراس کے انتظام وانصرام پر ہوتا ہے، لہٰذا کمپنی ایک قسم کا عقد ہے، کیونکہ یہ شرکاء کے اتفاق کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔

شیئر کمپنی کے اصل اثاثے کے ایک جزو کی نمائندگی کرتا ہے، اوراس کا مالک شیئر ہولڈر ہوتا ہے، شیئرز کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔(۱)

۱۔ یہ مساوی درجہ (face value) کے حامل ہوتے ہیں: یہ وہ قیمت ہے جو شیئرز کے اجراء کے وقت طے پاتی ہے اوراسی کے ساتھ شیئرز جاری کئے جاتے ہیں، یہی وہ قیمت ہے جس کی تحدید قانونی طور سے دنیا کے بعض ملکوں جیسے متحدہ عرب امارات میں ایک اور سو درہم کے درمیانی تناسب سے کی جاتی ہے۔

۲۔ یہ ناقابل تجزی ہوتے ہیں: یعنی کمپنی کے مقابلہ میں ایک سے زائد شیئر ہولڈرس کی صورت میں یہ کسور کی شکل میں ظہور پذیر نہیں ہوتے۔

۳۔ تجارتی طریقے سے رواج پذیر ہوتے ہیں: یعنی معروف تجارتی طریقوں سے اور کمپنی کی طرف سے بغیر کسی سول آرڈر کے شیئرز کی ملکیت ایک شخص سے دوسرے تک منتقل ہوسکتی ہے۔اگر شیئر، شیئر ہولڈر کی اجازت یااس کے حکم سے جاری کیا گیا ہوتو اس کی منتقلی توثیق سے ہوگی۔اوراگر وہ bearer share ہوتو اس کی منتقلی محض دستی حوالگی ہی سے ہوجائے گی، شیئر ہولڈرس پر حکومتی نگرانی وسرپرستی کی ضمانت کی خاطر، عموماً شیئرز نامزد ہوتے ہیں۔ جہاں تک بانڈز (bonds) کا تعلق ہے تو وہ متعین نام سے بھی ہوتے ہیں اور bearer بھی ہوتے ہیں۔

الغرض شیئرز کمپنی کے سرمائے میں حصص کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر شیئرز اپنی فطرت وحقیقت کے اعتبار سے مستقل بالذات نقود اور کمپنی کی عینی املاک یعنی فرنیچرز، عمارتوں، مشینوں، اوزار، مصنوعات اور تیار شدہ ساز وسامان، یا غیر تیار شدہ خام یا پختہ مال، اور دوسروں کے ذمہ کمپنی کی واجب الاداء دیون کا مجموعہ قرار پاتے ہیں، یہ تمام اشیاء شیئرز اور اس کی تشکیل کے ذیل میں آتی ہیں۔ اب ایسی صورت میں شیئرز کی خرید وفروخت نقد کی نقد کے ساتھ خرید وفروخت نہیں بلکہ یہ نقود کا اپنے بالمقابل نقود واملاک کے مجموعہ سے تبادلہ ہے۔

شیئر ہولڈر اگر اپنا شیئر فروخت کردے تو اس کے بالمقابل حصہ کا وہ مالک قرار پائے گا، اسی طرح کمپنی کے تحلیل ہونے کی صورت میں بھی وہ اپنے شیئرز کے بالمقابل حصص کا بحثیت مالک مستحق ہوگا، اور اگر شیئر میں نفع ہوگا تو اس میں بھی اس کا حق ہوگا۔ اور اگر کمپنی کو خسارہ ہو تو وہ اپنی زیر ملکیت شیئرز کے تناسب سے خسارہ بھی برداشت کرے گا، اس کے برعکس جو عمل بھی ہوگا اس سے کمپنی کے عقد کے تقاضوں کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔

شیئرز کی حیثیت اداشدہ رقوم کی دستاویزات جیسی ہرگز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ تو ان قرضہ جات کے ذرائع ہیں جن پر متعین شرح سے سود واجب الاداء ہوتے ہیں، ان کے مالکان کو کمپنی میں شراکت کا حق حاصل نہیں ہے، اور نہ ہی شیئرز کی شیئرز کے ساتھ بیع وشراء نقد کی نقد کے ساتھ بیع وشراء ہے، اور قرضہ جات ایک متعین قیمت کی نمائندگی کرتے ہیں، لہٰذا مقروض کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں اس کی املاک ضبط کی جاسکتی ہیں، اس کا کمپنی کی املاک اور اثاثوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیئرز کی اس حیثیت کا تعین کرکے اس کے مناسب شرعی احکام اس پر مرتب کئے جاسکتے ہیں، خواہ اس کا تعلق شیئرز ہولڈرس کے ذمہ ادائیگی زکاۃ کے وجوب سے ہو، یا شیئرز کو متداول اور قابل بیع وشراء بنانے سے، یا کمپنی کے کاروبار کے نتیجہ میں حاصل شدہ منافع کے واجب الاداء ہونے سے کمپنی کے مالکان کو ہر شیئر کی واضح ملکیت کے تناسب سے پیش آمدہ خسارے کو برداشت کرنے کا پابند بنانے سے۔

۲۔ کمپنی کے کاروبار شروع کرنے سے پہلے خریدے گئے شیئرز کی بیع:

کمپنی کے قیام کے بعد اور اس کے کاروبار کے آغاز اور اس اسکیم کو جس کے پیش نظر کمپنی کا قیام عمل میں آیا ہے، روبعمل لانے سے قبل خریدے گئے شیئرز کی بیع درست ہے، بشرطیکہ عقد صرف کے

شرائط اور اس کے ضوابط کا تحقق ہو، اس لئے کہ یہ نقد کی نقد کے ساتھ خرید وفروخت ہے، اور حرام (ربا) میں پڑنے سے بچانے کے لئے اس پر بیع صرف کے احکام منطبق ہوں گے۔

مختصراً بیع صرف کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

۱۔ ادھار سود (ربا النسیئۃ) کی زد سے بچانے کے لئے مجلس معاملہ سے متعاقدین کے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کا تحقق۔

۲۔ مماثلت: اگر نقد کی بیع اس کی جنس سے ہو جیسے سونے کی بیع سونے سے، یا چاندی کی چاندی سے، یا نقدی نوٹ کی بیع اس کے مثل سے ہو، تو مقدار میں مماثلت واجب ہے، دونوں ثمن میں وزن کے اعتبار سے، اور نقدی نوٹوں میں تعداد کے اعتبار سے، اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی جائز نہیں ہے۔

۳۔ عقد میں خیار شرط نہ ہو: اسلئے کہ اس عقد میں عوضین پر قبضہ شرط ہے، اور خیار شرط (اختلاف فقہاء کے اعتبار سے) ثبوت ملک یا تکمیل ملک کیلئے مانع ہے، اور خیار، قبض مشروط میں مخل ہوتا ہے، قبض مشروط سے مراد وہ قبضہ ہے جس سے تعیین کا حصول ہوتا ہے، لہٰذا اس خیار کی شرط لگاتے ہی عقد فاسد ہو جائے گا۔

۴۔ اس میں کوئی مدت نہ ہو: اس لئے کہ عقد میں متعاقدین کے جدا ہونے سے پہلے عوضین پر قبضہ مطلوب ہے، اور مدت سے قبضہ مؤخر ہوگا، لہٰذا یہ عقد فاسد ہوگا۔ اخیر کی دو شرطیں بیع صرف میں عموماً واجب قبضہ سے متفرع ہیں، اور شروع کی دو شرطیں ربا النسیئۃ میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے لگائی گئی ہیں۔

جدہ اسلامک فقہ اکیڈمی کی چوتھی کانفرنس (منعقدہ ۱۴۰۸ھ۔ مطابق ۱۹۸۸ء) کے فیصلہ میں مقارضہ بانڈز یا دستاویزات مضاربہ پر گفتگو کے ضمن میں درج ذیل صراحت موجود ہے:

فقرہ۔۱: اگر جمع شدہ مال قراض (مضاربہ) اندراج کے بعد اور سرمائے سے کاروبار کے آغاز سے قبل نقود کی شکل میں برقرار ہوں، تو مقارضہ بانڈز (mbs) کی منتقلی اور اس کا تداول نقد کا نقد سے تبادلہ قرار پائے گا، اور اس پر بیع صرف کے احکام منطبق ہوں گے۔

۳۔ ایسی کمپنی کے شیئرز کی بیع کا حکم جس کا سرمایہ سودی وغیر سودی دونوں طرح کے مال پر مشتمل ہو:

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بعض شیئرز کی بیع کمپنی کے قیام اور اس کے کاروبار کے شروع ہونے کے

بعد ہوا کرتی ہے، لیکن اگر ایسی صورت میں کمپنی کا اصل سرمایہ حرام سے مخلوط ہو، اس طور پر کہ مجموعہ مال ربوی اور غیر ربوی دونوں پر مشتمل ہو تو یہ بیع ضرورت یا حاجت کے پیش نظر درست ہوگی اور یہ آمدنی مشتبہ قرار پائے گی، لہٰذا ان سودی قرضہ جات کے تناسب سے جن سے یہ آمدنی حاصل ہوئی ہے منافع کا ایک حصہ نکالنا واجب ہے، اور یہ ناجائز آمدنی ضرورت مندوں پر صرف کی جائے گی۔ اس سے کسی شخص کے ذمہ عائد ہونے والے اخراجات نہیں پورے کئے جاسکتے، نہ ہی یہ رقم ان لوگوں پر خرچ کی جاسکتی ہے جن کا نفقہ اس کے ذمہ لازم ہو، اور اس سے سوائے اس ٹیکس کے جو اس آمدنی کے ساتھ مخصوص ہو، دوسرے حکومتی ٹیکس نہیں ادا کئے جائیں گے، لہٰذا عام ضرورت وحاجت کے نہ پائے جانے کی صورت میں اس قسم کی بیع وشراء جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اصل سرمائے کی حرمت کو تقویت پہنچانے والا اشبہ موجود ہے۔ ہاں اگر اصل سرمایہ سود سے پاک ہو تو اس قسم کی خرید وفروخت جائز ہے۔

مذکور الصدر فقہ اکیڈمی کی طرف سے مقارضہ بانڈز کے سلسلے میں کئے گئے فیصلے میں دو فقروں پر مشتمل مندرجہ ذیل باتوں کی صراحت موجود ہے، جو راس المال کے سود سے پاک ہونے کی صورت میں شیئرز کی بیع وشراء اور ان کی منتقلی پر منطبق ہوتی ہے:

ب: اگر مال مقارضہ دیون کی شکل میں ہو تو عقد دیون کے احکام مقارضہ بانڈز کے تداول پر منطبق ہوں گے۔

ج: اگر مال مقارضہ نقود، دیون، اعیان اور منافع کے مجموعی اثاثے کی صورت میں ہو تو فریقین کے درمیان طے شدہ قیمت کے مطابق مقارضہ بانڈز کا تبادلہ درست ہے، بشرطیکہ اس صورت میں اعیان ومنافع غالب ہوں، لیکن اگر نقود یا دیون غالب ہوں تو تبادلہ میں نقود کے تبادلہ یا دیون کی بیع کے سلسلہ میں طے شدہ شرعی احکام ملحوظ رکھے جائیں گے۔ یہ واضح رہے کہ نقود کی بیع کا عقد صرف کے مذکورہ احکام کا تابع ہونا ضروری ہے، دیون کی ایک دوسرے کے ساتھ بیع کے عدم جواز کی مختصر تفصیل یہ ہے: (۱)

☆ اگر دین کی بیع نقد ہو، تو مذاہب اربعہ میں مقروض کو دین کی بیع یا اس کے ہبہ کرنے کا حق ہے، اس لئے کہ اس صورت میں حوالگی کی ضرورت نہیں ہے، مذہب ظاہریہ اور حنفیہ کے نزدیک دین کی بیع مدین کے علاوہ کے لئے جائز نہیں ہے، اس لئے بیع میں حوالگی مفقود ہے۔

☆ اور اگر دین کی بیع ادھار یعنی ایک مدت کو مؤخر ہو جیسے "بیع الکالی بالکالی" یعنی دین کی دین سے بیع،

تو یہ شرعاً ممنوع ہے،اس لئے کہ آپ ﷺ نے ''بیع الکالی بالکالی'' سے منع فرمایا ہے۔(۱)

لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دین کی دین سے بیع جائز نہیں ہے،خواہ یہ مدین سے ہو یا غیر مدین سے۔اور دین: مبیع کے ثمن،قرض کے بدل،عورت کے مہر،منفعت کے بدلہ اجرت،معاوضۂ جنابت،تاوان اتلاف،عوض خلع اور سامان سلم کے مثل ہے۔

''البرکہ'' بینک کے چھٹے سیمینار کی طرف سے جاری کردہ فتوی نمبر ۵ میں ان شراکت دار کمپنیوں کے شیئرز خریدنے سے متعلق جن کو بعض اوقات سودی قرض کے لین دین کا معاملہ کرنا پڑتا ہو، مندرجہ ذیل تفصیل ملتی ہے:

(الف) مسلم ممالک میں قائم عام کمپنیوں کے معاملات کو اسلامائز (islamise) کرنے کی خاطر ان کے شیئرز خریدنا ایک امر مطلوب ہے،اس لئے کہ اس صورت میں مسلمانوں کے لئے احکام شرع کی پابندی کے زیادہ سے زیادہ مواقع اور امکانات ہیں۔

(ب) غیر مسلم ممالک کی کاروباری کمپنیوں کے شیئرز خریدنا سرمایہ کاروں کے لئے اس صورت میں درست ہے جب انہیں ایسا متبادل نہ ملے جو شائبہ سے پاک ہو۔

(ج) اسلامی مالیاتی اداروں کی طرف سے کمپنیوں کے شیئرز خریدنا جائز ہے،بشرطیکہ فاضل نقود کی سرمایہ کاری مقصود ہو،اور اس میں شریک ہونے کے لئے افراد کو تعاون دینے کی خاطر سرمایہ کاری کے خصوصی فنڈز قائم کئے جائیں۔

اس تفصیل کی بنیاد پر اسلامی بینکوں کے لئے جائز مقاصد کی حامل کمپنیوں کے شیئرز خریدنا، اسی طرح ان کمپنیوں کے شیئرز خریدنا جو کبھی کبھار سودی قرض کے لین دین کا معاملہ کرتی ہوں، جائز ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد ان کمپنیوں کے کاروبار کو صحیح اسلامی رخ دینا ہو،اور یہ اس صورت میں جبکہ مشتری کو ظن غالب ہو کہ وہ ایسا کرنے پر قادر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر ان کمپنیوں کے شیئرز کی خرید کا مقصد ان کے معاملات اور کاروبار کو اسلامائز کرنا نہ ہو تو بغیر ضرورت یا حاجت کے اس قسم کے شیئرز کی خرید درست نہیں ہے،اس لئے کہ کمپنی کے اصل سرمایہ کا مال ربوی اور غیر ربوی دونوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا شبہ موجود ہے۔

اسی طرح ضرورت کے وقت اسلامی بینکوں کے لئے جائز ہے کہ وہ جائز مقاصد کی حامل کمپنیاں اور ان کمپنیوں کے شیئرز خریدیں جن کو کبھی کبھار سودی قرض کے لین دین کا معاملہ کرنا پڑتا ہو،اور

یہ بھی اس صورت میں جب کہ اس کا مقصد زائد (liquidity) کو اسلامی بینکوں میں صرف کرنا اور ضرورت کے وقت انہیں رواں کرنا ہو، ایسا اس لئے کہ اسلامی بینکوں کو شدید ضرورت ہے کہ وہ ان سرگرمیوں کو انجام دیں، تاکہ ان کے اس پیغام کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے جس کا مقصد امت مسلمہ کو غیر شرعی معاملات سے نجات دلانا ہے۔

جہاں تک عام لوگوں کا تعلق ہے تو ان کے لئے ضرورت یا حاجت کے سوا ان کا خریدنا جائز نہیں، اس لئے کہ شیئرز کمپنی کے اصل سرمایہ میں حرمت موجود ہے۔ بخاری اور مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر کی یہ روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

"ان الحلال بین و ان الحرام بین، وبینهما امور مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات فقد استبر الدینه وعرضه، ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام"

بلاشبہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنہیں بہت سے لوگ جانتے ہیں، تو جس نے شبہات سے پرہیز کیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا، اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑا۔

شراح حدیث کہتے ہیں: جو مشتبہ امور کو اور ان کی حرمت کو جانتا ہو، اس کے لئے جائز نہیں کہ ان کو اختیار کرے، بلکہ وہ اپنے علم کی ہدایت پر عمل کرے، اس کی تائید گذشتہ حدیث کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو صحیحین میں مذکور ہے:

"ومن اجترا علی ما یشک فیه من الاثم، اوشک ان یواقع ما استبان"

اور جس کسی نے ایسے امر جس کے گناہ ہونے میں شبہ ہو، کے ارتکاب کی جسارت کی تو قریب ہے کہ وہ صریح گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے رسول اللہ ﷺ سے مروی حضرت عبداللہ بن یزید کی یہ حدیث نقل کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس به حذر المابه باس"

بندہ کا شمار متقیوں میں اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان چیزوں سے
پرہیز کرتے ہوئے جس میں کوئی حرج ہے، ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جس میں
کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا: کمال تقوی یہ ہے کہ بندہ اللہ سے تقوی کرے، یہاں تک کہ ایک ذرہ کے برابر اللہ سے تقوی کرے، حتی کہ تقوی کے پیش نظر بعض حلال چیزوں کو ترک کردے اس اندیشے سے کہ (ہوسکتا ہے) وہ حرام ہوں۔

اس کا مطلب ہے کہ اشیاء تین قسم کی ہیں: اللہ تعالیٰ نے جس سے حلال ہونے کی صریح فرمادی وہ حلال ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمادی وہ واضح طور پر حرام ہے، اور جہاں تک شبہات کا تعلق ہے تو ان میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کے بارے میں کتاب وسنت کے دلائل مختلف ہوں اور جس کے مفاہیم ومعانی میں متعدد احتمالات ہوں، تو ایسی چیز سے پرہیز غایت درجہ احتیاط اور ورع کی بات ہے۔ مشتبہ امور کے سلسلہ میں علماء کی تین آراء ہیں:

ایک طبقہ جو سد ذرائع کا قائل ہے اس کا کہنا ہے کہ: یہ حرام ہیں، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لدینہ وعرضہ'' اس نے اپنے دین وعزت کو بچالیا، لہٰذا جو اپنے دین اور اپنی عزت کو نہ بچاسکا وہ حرام میں مبتلا ہوا۔ دوسرا طبقہ جو سد ذرائع کا قائل نہیں ہے، کہتا ہے: یہ حلال ہیں، اس کی دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ''کالراعی یرعی حول الحمی'' اس چرواہے کی طرح جو چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حلال ہے، اور اس کو ترک کرنا ورع ہے۔ تیسرا طبقہ کہتا ہے: حدیث میں مذکور مشتبہ امور نہ حلال ہونے کی صراحت کرتے ہیں، نہ حرام ہونے کی، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں حلال صریح اور حرام صریح کے درمیان رکھا ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس سلسلہ میں توقف کریں، اور یہ بھی ورع ہی کے باب میں آتا ہے۔ (۱)

ہماری اس وقت کی گفتگو کا موضوع ان شراکت دار کمپنیوں کے شیئرز کی خرید ہے جن کا اصل سرمایہ ربوی اور غیر ربوی دونوں کے مجموعہ مال پر مشتمل ہو: اس کا تعلق حرام کی اس نوع سے ہے جس کی حرمت معلوم ہے، اور جو صرف ضرورت ہی کے وقت مباح ہے، چونکہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح بنادیتی ہیں، اور حاجت ضرورت کا درجہ حاصل کرلیتی ہے۔

لہٰذا ضرورت کے وقت ایسی کمپنی کے شیئرز کا لینا درست ہے جس کا مقصد جائز ہو، لیکن اس کو

سودی قرض لینا پڑتا ہو، اور شیئرز سالانہ آمدنی والے ہوں، شرط یہ ہے کہ سودی قرضہ جات جن سے آمدنی حاصل ہوئی ہے، کے تناسب سے اس آمدنی کا ایک حصہ نکال دیا جائے، اور ناجائز آمدنی کا یہ حصہ ضرورت مندوں پر خرچ کیا جائے گا، اس سے کسی کے ذمہ عائد ہونے والے اخراجات نہیں پورے کئے جائیں گے، نہ اسے اس شخص پر صرف کیا جاسکتا ہے جس پر کوئی نفقہ لازم ہے، اور نہ اس سے ٹیکس کی ادائیگی کی جائیگی، سوائے ٹیکس کے اس حصہ کے جو اس آمدنی کے ساتھ خاص ہو۔

۴۔ حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ شراکت دار کمپنیوں کی طرف سے شرعاً حرام کاروبار کے سلسلے میں جاری کئے گئے شیئرز کی خرید وفروخت اور ان کی تجارت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، یہ ان حرام امور میں سے ہے جن کی آمدنی کا حصول اور جن سے انتفاع حرام ہے، جیسے شراب کی تجارت، خنزیز کے گوشت کی خرید و فروخت اور اس کی درآمد و برآمد، خواہ مسلم ممالک میں یا غیر مسلم ممالک میں جیسے یورپ، امریکہ، ہندوستان اور جاپان وغیرہ، اسی طرح سودی اسکیموں اور سودی بینکوں میں سرمایہ کاری کرنا حرام ہے، اسی کے ذیل میں بڑی بڑی کمپنیوں کے تحت چلائے جانے والے وہ ہوٹل بھی آتے ہیں جو اپنے کھانوں میں خنزیز کا گوشت اور الکوہل ملے ہوئے مشروبات (alcoholic drinks) پیش کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وحرم الربا'' اور اس نے (اللہ تعالیٰ نے) سود کو حرام کیا۔ (البقرہ:۲۷۵)

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللّٰہ به

(المائدہ:۳) قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن

والاثم والبغی بغیر الحق. (الاعراف:۳۳)

اثم: شراب کے مختلف ناموں میں سے ایک نام ہے، اللہ تعالیٰ نے بعض اہل کتاب کی مذمت وتوبیخ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: سماعون للکذب اکالون للسحت (المائدة:۴۲).

اور ''سحت'' مال حرام کو کہتے ہیں، اگر کسی نے حرام کی کمائی کی تو عرب کہتے ہیں: ''اسحت فی تجارته''

۵۔ حلال کاروبار کرنے والی کمپنی کے شیئرز کا حکم جو انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض لیتی ہے:

یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والے، اس کے کھلانے والے، اس کی گواہی

دینے والے اور اس کے لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔(۱) اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی حرام مثلاً جھوٹی گواہی، حق اور حلال تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں بن سکتا ہے، اور ایک ظلم کا مداوا کسی دوسرے ظلم سے نہیں ہوسکتا ہے، لہٰذا اگر انکم ٹیکس ظالمانہ یا زیادہ ہو، تو اس سے چھٹکارا شراکت دار کمپنی کے اصل سرمائے کو حرام یعنی ربا سے مخلوط کر کے نہیں حاصل کیا جاسکتا ہے، بنابریں عام ضرورت کے سوا اس قسم کی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں انکم ٹیکس کی زد سے بچنے کے لئے سودی قرض لینے کی وجہ سے کمپنی کا اصل سرمایہ حرام سے مخلوط ہوتا ہے، اس لئے کہ اس قرض کی ادائیگی اور اس کا سود شیئر ہولڈر کے حساب میں جاتا ہے، اور اتنا حصہ منافع سے منہا کرلیا جاتا ہے۔

ہاں اگر کمپنی کے اصل سرمائے سے سودی مال مخلوط نہ ہو اور کمپنی کے بعض منتظمین تبرعاً قرض کے سود کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لیں، جس کا تصور عموماً ممکن نہیں، تو ایسی صورت میں اس قسم کی کمپنیوں کے شیئرز کا خریدنا جائز ہے، اس لئے کہ اس صورت میں کمپنی حرام سودی مال سے پاک ہوگی، لیکن یہ محض ایک فرضی بات ہے جس کا عام حالات میں وقوع نہیں ہوتا۔

۶۔ایسی کمپنیوں کے شیئرز کا حکم جنہیں اپنے سرمایہ کا ایک حصہ سینٹرل ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہو یا سیکورٹی بانڈز خریدنے پڑتے ہوں:

اگر کوئی کمپنی از روئے قانون اپنے سرمائے کا ایک حصہ سینٹرل ریزرو بینک میں جمع کرنے کی پابند ہو تو ضرورت کے شرعی اصول وضوابط کے اعتبار سے ایسا کرنے پر مجبور ہو، یا اسے سیکورٹی بانڈز (security bonds) خریدنے پڑتے ہوں، جن کی وجہ سے اسے سود بھی ملتا ہو، تو اس قسم کی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید ممنوع نہیں ہے، بشرطیکہ اس سود سے جتنی جلد ممکن ہو چھٹکارا حاصل کرلیا جائے اور اسے رفاہی امور میں صرف کردیا جائے یا ضرورت مندوں یا مفادات عامہ پر خرچ کردیا جائے، اسے کمپنی کے بجٹ یا اس کے اصل سرمائے میں شامل کرنا درست نہیں، اس لئے کہ ضرورت یا حاجت کا اعتبار اسی قدر کیا جاتا ہے جس قدر ضرورت ہو، اور کمپنی کو حرام یا ناجائز آمدنی میں ملوث کرنا ضرورت نہیں ہے۔

۷۔سودی قرضوں سے حاصل شدہ منافع کا کیا حکم ہے، کیا یہ جائز اور مفید ملک ہیں؟

صرف فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ سود پر مشتمل عقد خواہ وہ بیع ہو یا ایسا قرض جس کے نتیجہ

میں کوئی منفعت حاصل ہو، ''عقد فاسد'' ہے، اور ان کے خیال کے مطابق عقد فاسد ''ملک خبیث'' کا فائدہ دیتا ہے، جس سے چھٹکارا حاصل کرنا واجب ہے، خواہ معاملہ کی درستگی کے ذریعہ اور اس سے سود کا ازالہ کرکے، یا اسے محتاجوں پر صدقہ کرکے۔ بنابریں سود پر حاصل کئے گئے قرضہ جات سے پیدا شدہ منافع قبضہ سے زیر ملکیت تو آجائیں گے، البتہ یہ ملکیت ''ملک خبیث'' کی نوعیت کی ہوگی، جس کو نہ شریعت درست ٹھہراتی ہے، نہ اس میں کوئی برکت ہوگی، نہ وہ حاصل کرنے والے کے لئے شرعاً حلال ہے، اور نہ اس سے انتفاع جائز ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک سودی قرض سرے سے مفید ملک ہی نہیں، بالفاظ دیگر اس سے حاصل شدہ منفعت علی الاطلاق درست نہیں، اس لئے کہ ان حضرات کے نزدیک عقد باطل اور عقد فاسد میں کوئی فرق نہیں ہے، ان کے نزدیک معاملات میں یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔

رہے احناف تو انہوں نے باطل اور فاسد کے درمیان فرق کیا ہے، ان کے نزدیک بیع باطل قبضہ کے باوجود مفید ملک نہیں ہے، جہاں تک بیع فاسد کا تعلق ہے تو اس میں مالک کی صراحۃ یا دلالۃ اجازت سے قبضہ کرلینے کی صورت میں ملکیت ثابت ہوجاتی ہے، مالک کی اجازت سے قبضہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ مشتری مجلس عقد ہی میں بائع کے سامنے مبیع پر قبضہ کرلے اور بائع اس پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ یہ رائے جمہور فقہاء کی رائے کے خلاف ہے، ان کا خیال ہے کہ ''بیع فاسد'' بھی بیع باطل کی طرح سرے سے مفید ملک ہی نہیں۔ (۱)

۸۔ کیا کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرز شیئر ہولڈرز کا وکیل ہے، اور کیا اس بورڈ کا عمل ان کے عمل کے قائم مقام ہے؟

موجودہ قوانین تجارتی اور شہری کمپنیوں کو محض ان کی تشکیل کی بنیاد پر ایک قانونی اور معنوی حیثیت دیتے ہیں، چنانچہ مصری سول قانون کی دفعہ ۵۰۶ اور شامی سول قانون کی دفعہ ۴۷۴ میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ:

۱۔ کمپنی محض اپنی تشکیل کی بنیاد پر ایک قانونی حیثیت کی حامل تسلیم کی جائے گی، مگر اس کی یہ حیثیت لوگوں کے لئے اس وقت تک دلیل نہیں بن سکتی جب تک کہ قانون کی طرف سے طے کردہ تشہیری کارروائیوں کی تکمیل نہ ہوجائے۔

۲۔ اس کے باوجود دوسرے کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے کو کمپنی کی اس حیثیت سے وابستہ رکھے اگرچہ کمپنی نے اب تک طے شدہ تشہیری کارروائیاں مکمل نہ کی ہوں۔

اب جبکہ کمپنی کو ایک قانونی حیثیت حاصل ہوگئی تو متعدد وجوہ سے اس کی حیثیت عام افراد کی سی ہوگئی، چنانچہ اس کا ایک نام، پتہ، مقام اور اس کی ایک قومیت ہوگی، اسی طرح اسے کچھ حقوق حاصل ہوں گے اور اس پر چند ذمہ داریاں عائد ہوں گی، اس طرح شرکاء کی مسئولیتوں سے آزاد اور الگ خود اس کی ایک مالی مسئولیت (liability) ہوگی۔ شرکاء کی مسئولیتوں سے الگ کمپنی کی اپنی ایک علیحدہ مسئولیت سے دو اہم نتیجے برآمد ہوں گے:

الف۔ حصص کی ملکیت کمپنی کی طرف منتقل ہو جائے گی اور کمپنی کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار ہوگا، اور کمپنی کے تعلق سے شراکت دار کا حق شخصی التزامات کے ضمن میں شمار ہوگا، جو قابل انتقال ہیں، لہٰذا جب کمپنی تحلیل ہوگی تو اس کے باقی ماندہ اثاثے شرکاء پر تقسیم کئے جائیں گے۔

ب۔ کمپنی کی مالی مسئولیت شرکاء کی مسئولیتوں سے مختلف ہوگی، اور اس کا ایک علیحدہ وجود ہوگا جو خود کمپنی کے وجود سے مربوط ہوگا، اسی طرح شرکاء کی مسئولیتیں کمپنی کی مسئولیت سے جداگانہ ہوں گی، چنانچہ شراکت دار کمپنی کے قرضہ جات کے سلسلے میں صرف اپنے حصص کے تناسب سے جواب دہ ہوگا، سوائے شیئرز کی شہری کمپنیوں یا مشترکہ مسئولیت کی تجارتی کمپنیوں (commercial company of joint liability) کے، ان صورتوں میں شراکت دار شخصی ذمہ داری کے اعتبار سے کمپنی کے قرضہ جات کے سلسلے میں جواب دہ ہوگا۔ (الشرکات التجاریۃ: از ڈاکٹر علی یونس: ص/ ۵۱۔ ۶۳)۔

جہاں تک فقہ اسلامی کا تعلق ہے تو اس کی اب تک تاریخ میں اس کا کلیہ پتہ نہیں چلتا کہ کمپنی ایک معنوی اور حکمی وجود کی حامل ہوتی ہے، جس کی مسئولیت شرکاء کی مسئولیت سے جداگانہ اور مختلف ہوتی ہے، بلکہ وہاں تو سرے سے یہ بات ہی نہیں ملتی کہ کمپنی کسی مالی مسئولیت کی بھی حامل ہوتی ہے، اس وجہ سے اسلامی فقہ میں جو چیز ''کمپنی'' کی حیثیت سے معروف ہے وہ قریب قریب وہی ہے جو انگریزی اور سوڈانی قانون میں شراکت کے نام سے معروف ہے، اور یہ شراکت ''وکالت'' اور ''امانت'' پر مبنی ہوتی ہے، چنانچہ ہر وہ شراکت دار جو کمپنی کے عقد کے بموجب کاروبار کرتا ہے وہ کمپنی میں اپنے حصص کے تناسب سے اس معاملہ کے ایک حصہ میں اصیل ہوگا، اور باقی ماندہ اجزاء میں دوسروں کا وکیل ہوگا، اور ان اجزاء میں اس کے تصرفات احکام وکالت جیسا عمل کریں گے۔

☆ بالملح يصلح ما يخشى تغيره فكيف بالملح ان حلت به الغير ☆

اسلامی تصور کے مطابق کمپنی سے متعلق یہ شرعی احکام شرکاء کے لئے حکم عقد یا مقتضائے عقد ثابت کرتے ہیں (یعنی کمپنی کے اثاثے میں ملکیت کی منتقلی)، اسی طرح حنابلہ کے نزدیک (حقوق عقد یعنی مبیع کی حوالگی اور ثمن کی وصولی کی پابندیاں) مؤکل کے لئے ثابت ہوں گے، لیکن دیگر فقہاء کے نزدیک حقوق وکیل کے لئے ثابت ہوں گے، ان حقوق میں دین وثمن کا مطالبہ اور ان اشیاء کی حوالگی اور وصولی بھی شامل ہے جن پر معاملہ طے ہوا ہو۔

رہیں عقد سے پیدا شدہ پابندیاں تو وہ شرکاء کی مسئولیتوں میں اس طرح ثابت ہوں گی کہ ان کا ثبوت ان کی مسئولیتوں میں موت تک برقرار رہے گا، اور یہ کمپنی کے راس المال سے ان کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں ان کے مخصوص اموال اور سرمایوں تک ممتد (پھیلا ہوا) ہوگا۔ کمپنی کے اثاثے اور اس کی جائیدادوں میں ہر ایک شراکت دار کا قبضہ ''قبضہ امانت'' ہوگا، لہٰذا اگر کمپنی کے کاروبار کے دوران کوئی قابل ضمان شیء برباد یا صرف ہوتی ہے، تو اس کا ضمان تمام شرکاء پر عائد ہوگا، نہ کہ صرف برباد کرنے والے یا صرف کرنے والے پر۔(۱) موجودہ قانون کے مطابق اس کی مثالیں مشترکہ مسئولیت کی تجارتی کمپنیوں (commercial company of joint liability) اور اس طرح کی دوسری کمپنیوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، بنابریں ہمارے اسلامی تصور کے مطابق کمپنی وکالت اور امانت کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہے، اور کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے، اور اس کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل تصور کیا جائے گا، لیکن انجام کار یہ تمام ذمہ داریاں خود شرکاء کی ضمانتوں میں ثابت ہوں گی۔

۹۔ کیا کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے کے فیصلے سے اختلاف کرنا اسے حرام کی جواب دہی سے بری الذمہ کردے گا؟

اگر ا بورڈ کے ممبران میں کوئی شیئر ہولڈر سودی قرض لینے کے فیصلے سے اختلاف کرے، اور کثرت رائے سے طے شدہ فیصلے سے اپنے اختلاف کا اظہار بھی کردے، جب بھی اس کا یہ اختلاف کرنا سودی قرض کے وبال یا اس کے گناہ سے اسے بری الذمہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے کہ انتظامی بورڈ اور انتظامی کونسل کے چیئرمین کے تصرفات تمام شرکاء کی طرف سے بطور امین اور وکیل ہوتے ہیں، اور تمام شرکاء مالی ذمہ داریوں کے پابند ہوتے ہیں، ان ہی ذمہ داریوں میں کمپنی کے حقوق اور ذمہ داریوں میں شریک ہونے کی حیثیت سے ان کی طرف سے قرض اور اس کے سود کی ادائیگی بھی

ہے، اور یہی وہ شرکاء ہیں جو پیش آمدہ شرعی اور قانونی مخالفتوں کو بطور اشتراک گوارا کرتے ہیں، اس کی تفصیل سابق مسئلہ میں گذر چکی ہے، زیادہ سے زیادہ اس کے اس عمل کو صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی قرار دے سکتے ہیں۔

۱۰۔ کیا شیئر ہولڈر کیلئے سود سے پیدا شدہ معلوم منافع کے بقدر صدقہ کر دینا کافی ہے؟

کمپنی کی انتظامیہ اور اس کے چیئرمین کی ذمہ داری ہے کہ ہر اس عمل سے کمپنی کو دور رکھیں جو اسے حرام میں ملوث کرتا ہو، خواہ اس عمل کا تعلق کمپنی کی تجارتی سرگرمیوں سے ہو یا صنعتی اور دیگر سرگرمیوں سے، یعنی دھوکہ، غبن، ضرر اور شریعت کی حرام کردہ اشیاء کی پیداوار سے کلی اجتناب کیا جائے، اسی طرح دوسروں کے ساتھ معاملات طے کرنے میں، خواہ کمپنی کا سابقہ فرد سے پڑے یا حکومت سے یا کسی ادارے سے، بہر صورت شریعت کی حرام کردہ صورتوں سے پرہیز کیا جائے۔ لہٰذا کمپنی کے کسی معاملہ کا شریعت سے متصادم امور پر مبنی ہونا درست نہیں ہے، شریعت سے متصادم صورتوں میں سے سب سے اہم صورت یہ ہے کہ کوئی معاملہ سود یا سودی قرض پر مشتمل ہو۔

چونکہ فقہ اسلامی کے مطابق شرکاء کی ذمہ داری، ذمہ داریوں کے اٹھانے اور حقوق کے ثبوت کے معاملہ میں شراکت پر مبنی ہے، اس لئے کوئی شراکت دار دوسرے سے الگ نہیں قرار دیا جائے گا، اور شرکاء کی حیثیت مؤکلین کی ہے، اور انتظامیہ کی حیثیت وکیل کی، انتظامیہ کے تصرفات کا نتیجہ خود شراکت داروں پر منحصر ہوگا، چنانچہ کسی شراکت دار کا اپنے حصص کے بقدر سود سے پیدا شدہ متعین نفع کو نکال کر صدقہ کر دینا اسے سودی عقد کے فساد کی ذمہ داری اور اس کے گھناؤنے مالی اثرات سے بری الذمہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں منافع تمام کے تمام عقد فاسد سے پیدا ہوں گے، اور عقد فاسد حرام ہے جس کی درستگی اور اس کے شرعاً ممنوع اثرات کا ازالہ واجب ہے، تاکہ آمدنی شرعاً جائز اور درست ہو سکے۔

اس کے باوجود تقوی کا تقاضا ہے کہ شیئر ہولڈر اپنی ذمہ داری کو ہلکا کرنے کے لئے سود سے حاصل شدہ متعین منافع کے بقدر اپنے مال سے صدقہ کر دے، تاکہ اس کا مال اور اس کی آمدنی مشتبہ اور حرام سے مخلوط نہ رہے، اور ''جس نے شبہات سے پرہیز کیا تو اس نے اپنا ایمان اور اپنی آبرو بچالی۔''

۱۱۔ کیا کل آمدنی میں مخلوط سود سے حاصل شدہ منافع کے بقدر صدقہ کردینا شیئر ہولڈر کے لئے کافی ہے؟

یہ صورت بھی سابقہ صورت ہی کی طرح ہے، بس فرق یہ ہے کہ اس صورت میں سود کل آمدنی میں مخلوط ہوتا ہے، اس کا پتہ یا تو اندازے سے لگایا جاسکتا ہے یا کمپیوٹر کے دقیق حساب کے ذریعہ، اس صورت میں بھی آمدنی حرام ہوگی، اور فاسد سودی عقد حرام قرار پائے گا، اور کل آمدنی میں مخلوط سود کے بقدر حاصل ہونے والے منافع سے صدقہ کردینے سے شیئر ہولڈر کی ذمہ داری ختم نہیں ہوگی، اس کے باوجود حرمت سے چھٹکارا پانے کا واحد راستہ منافع کے اس حصہ کو صدقہ کردینا ہی ہے، اس لئے کہ مال حرام کا علاج یہی ہے کہ اسے صدقہ کردیا جائے، تاکہ وہ حلال مال سے مخلوط نہ ہو، تاکہ ایک مسلمان کسب حرام کی آمیزش سے کسی ضرر میں مبتلا نہ ہو۔

صاحب مال کی طرف سے نکالی گئی مقدار کے بارے میں متعین طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہی عین سودی رقم ہے، کیونکہ روپے تعین سے متعین نہیں کئے جاسکتے۔ تفسیر قرطبی (۲/۲۶۶) میں ربا سے متعلق احکام اور اسے حلال سمجھنے والے اور اس کے ارتکاب پر اصرار کرنے والے کی وعید پر مشتمل چھتیسویں مسئلہ میں مندرجہ ذیل تفصیل آئی ہے: بعض غالی قسم کے اہل تقوی کا خیال ہے کہ اگر حلال مال سے حرام مال اس طرح مخلوط ہوگیا کہ حلال وحرام کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو اور پھر اس میں سے مخلوط حرام کے بقدر نکال لیا جائے تب بھی وہ مال حلال اور طیب نہ ہوگا، کیونکہ اس کا امکان ہے کہ جو مال نکال دیا گیا ہو وہی حلال ہو اور جو بچ گیا ہو وہی حرام ہو۔ ابن العربی فرماتے ہیں یہ دین میں غلو ہے، اس لئے کہ ہر وہ مال جس میں حلال اور حرام کے درمیان امتیاز نہ کیا جاسکتا ہو، اس میں مقصود اس کی مالیت ہے نہ کہ اس کی عینیت، اگر وہ تلف ہوگیا تو اس کا مثل اس کے قائم مقام ہوگا، اور اختلاط مال کی ''تمیز'' اتلاف ہی کا نام ہے جیسا کہ ''اہلاک'' ''عین مال'' کے اتلاف کا نام ہے، اور ہلاک شدہ شئے کا مثل اس کے قائم مقام ہوتا ہے، یہ کلیہ حسی اور معنوی دونوں حیثیتوں سے واضح ہے۔

قرطبی اس پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہمارے علماء کا قول ہے کہ سود کے ذریعہ حاصل ہونے والے مال سے (جو کسی کے قبضہ میں ہو) چھٹکارا کی صورت یہ ہے کہ اسے اس شخص کو واپس کیا جائے جس سے اس نے بطور سود لیا تھا، اور اگر وہ موجود نہ ہو تو اسے تلاش کرے، اور اگر اس کی

موجودگی سے مایوس ہوگیا ہو تو اس رقم کو اس کی طرف سے صدقہ کردے، اور اگر ظلماً اس نے یہ مال حاصل کیا ہو تو یہ طریقہ اس آدمی کے سلسلہ میں بھی اختیار کرے جس پر اس نے ظلم کیا ہو، لیکن اگر معاملہ اس پر مشتبہ ہو اور اپنے پاس موجود رقم میں وہ حلال وحرام کے درمیان امتیاز نہ کرسکتا ہو تو پہلے وہ اپنے پاس موجود رقم میں سے اتنی رقم کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگائے جتنے کی واپسی اس پر واجب ہے، یہاں تک کہ جب اسے اس بات میں کوئی شک نہ ہو کہ جو کچھ بچ رہا ہے وہ خالصتاً اسی کا ہے تب وہ یہ رقم ان لوگوں کو لوٹائے جن سے اس نے ظلماً یہ رقم لی ہو یا جن کے ذمہ اس نے سود عائد کیا ہو، اور اگر ان لوگوں کی موجودگی سے مایوس ہو چکا ہو تو ان کی طرف سے اتنی رقم صدقہ کردے۔

اور اگر ظلماً حاصل کی گئی رقم اس کے پورے حصص کو محیط ہو اور اسے یہ معلوم ہو کہ اس کے ذمہ سود کی اتنی زیادہ رقوم واجب الادا ہیں جن کی ادائیگی وہ کبھی نہیں کرسکتا، تو اس کی توبہ یہ ہے کہ اپنے پاس موجود پورے مال کو اپنی ملکیت سے الگ کردے، یا تو فقراء کو دےدے یا مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے راستے میں صرف کردے، یہاں تک کہ اس کے پاس اتنی رقم رہ جائے جو نماز میں اس کے لباس (یعنی ناف سے گھٹنوں تک کے قابل ستر مقامات کو ڈھکنے کے لئے) اور ایک دن کی روزی کے لئے کفایت کرتی ہو، اس لئے کہ اس صورت میں اس کا حال اس شخص کا ہے جس پر حالت اضطرار میں دوسروں کا مال لینا واجب ہے، اگرچہ اس کا یہ عمل ان لوگوں کے لئے ناپسند ہو جن کا مال وہ لے۔

۱۲۔ قیمتوں کے بڑھنے کی صورت میں شیئرز کی تجارت (یعنی نفع کے ساتھ اس کی مبیع) کا کیا حکم ہے؟

اگر کوئی شخص قیمتوں کے بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ فروخت کرنے کے مقصد سے کچھ شیئرز خریدے تو اس سے خواہ کتنا ہی زیادہ نفع ہو شرعاً اس قسم کے شیئرز کی تجارت یعنی (نفع کے ساتھ ان کی فروخت) ممنوع نہیں ہے، اس لئے کہ شیئرز شرعاً، قانوناً اور عرفاً قابل تداول ہیں، اور یہ نقود اور کمپنی کے بعض اثاثے یعنی اعیان، منافع، سامان تجارت، خام یا تیار شدہ مال کی نمائندگی کرتے ہیں، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ اثاثے نقود سے زائد ہوں، جیسا کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ۵۱ فیصد یا اس سے بھی زائد فیصدی تناسب سے ان اثاثوں کا غلبہ ہونا چاہئے، تاکہ دین کی دین سے یا نقد کی نقد سے بیع لازم نہ آئے۔ دین کی دین سے بیع کی صورت نہ پیدا ہونے دینے کے لئے شرط ہے کہ بیع کے متصلاً بعد ہی شیئرز سرٹیفکیٹ پر قبضہ ہو، خواہ یہ قبضہ حکماً ہی کیوں نہ ہو۔

تعرف الاشیاء باضدادھا ☆ ضدرا از ضدشناسند ای رفیق

شیئرز کی اس قسم کی تجارت پر احتکار (ذخیرہ اندوزی) کا حکم منطبق نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ احتکار کی حرمت کا پہلوان اشیاء صرف سے متعلق ہے جن کے بیع کی ممانعت کے نتیجہ میں لوگوں کو ضرر لاحق ہوتا ہو، جیسے غلہ یا چارہ۔ کسی سامان تجارت کی خرید اور مستقبل میں اعلیٰ قیمت پر اسے فروخت کرنے کے انتظار سے ممانعت کی شرعاً کوئی وجہ نہیں ہے، اور شیئرز جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں، نقود، اعیان اور منافع کی نمائندگی کرتے ہیں، اس لئے کہ شرعی طور پر یہ اصول متعین ہے یعنی اقتصادی آزادی اور تبادلہ کی آزادی، اور اس میں منافع کے انتہا کی کوئی تحدید نہیں ہوتی۔ اس کی دلیل حضرت جابر سے مروی وہ روایت ہے جس کی تخریج بخاری کے علاوہ پوری جماعت نے کی ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا بیع حاضر لباد، دعوا الناس یرزق اللہ بعضهم من بعض (متقی الاخبار مع نیل الاوطار ۱۶۴/۵)

کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے بیع نہ کرے، لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ بعض کو بعض سے روزی دے۔

۱۳۔ بیع المستقبلی Future Sale (جس میں نہ بائع کی طرف سے مبیع کی حوالگی ہوتی ہے اور نہ مشتری کی طرف سے ثمن کی ادائیگی) کا شرعاً کیا حکم ہے؟

اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں ایک قسم کی بیع ہوتی ہے جسے فیوچر سیل (future sale) کہتے ہیں، اس بیع کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے داموں کے ساتھ نفع ونقصان کو برابر کر لینا مقصود ہوتا ہے، مثلاً زید نے سو شیئرز کا سودا بہ حساب سو روپے یا سو ریال فی شیئر کیا، اور ادائیگی اور وصولی کی تاریخ ۳۰ مارچ مقرر کی، اب جب مذکورہ تاریخ آئی تو اس شیئر کی قیمت ڈیڑھ سو روپے یا ڈیڑھ ریال ہوگئی، تو ایسی صورت میں وہ پانچ ہزار ریال یا روپے منافع کے طور پر لے لے گا، اور اگر مذکورہ تاریخ کو اس شیئر کی قیمت گھٹ کر پچاس روپے یا پچاس ریال ہوگئی تو اسے پانچ ہزار ریال یا روپے کا خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔

اس صورت میں عقد کا دارومدار صرف اوراق مالیہ (bonds) پر ہوتا ہے، نہ مبیع کی حوالگی ہوتی ہے نہ ثمن کی ادائیگی، چنانچہ اس صورت میں نہ مشتری ثمن ادا کرتا ہے اور نہ بائع مبیع حوالے کرتا ہے، لیکن مقررہ تاریخ آنے پر شیئرز کے دام بڑھنے کی صورت میں نفع حاصل ہوتا ہے، یا شیئرز کے دام گھٹنے کی صورت میں خسارہ ہوتا ہے۔

اس قسم کے فیوچر سیلز کا شرعی حکم یہ ہے کہ یہ عقود حرام اور فاسد ہیں، اس لئے کہ یہ دین کی بیع دین سے ہے، اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے بیع کی یہ صورت شرعاً ممنوع ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے بیع کالی بالکالی سے منع فرمایا ہے، اور یہ دین آجل کی بیع دین مؤجل سے ہے، جو شرعاً فاسد ہے اور اس کی آمدنی شرعاً ناپاک اور ممنوع ہے، وہ اس کے حاصل کرنے والے کے لئے حلال نہیں، اسے ضرورت مندوں پر خرچ کر کے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا واجب ہے۔

۱۴۔ مستقبل کی طرف منسوب عقد (forward sale) کا کیا حکم ہے؟

عقد بیع کا تقاضا قطعیت ہے، یعنی اس کے اثر کی افادیت تب ظاہر ہوتی ہے جب مبیع کی ملکیت مشتری کی طرف منتقل ہوتی ہے اور مشتری کے ذمہ بائع کا ثمن واجب الاداء ہوتا ہے، لہٰذا اسے معلق بالشرط کرنا درست نہیں، مثلاً معاملہ بیع کے وقت یہ الفاظ کہنا کہ: اگر میرے والد حجاز سے آگئے تو میں نے فلاں جائیداد تم سے فروخت کر دی۔ اسی طرح اس کی اضافت مستقبل کی طرف بھی کرنا درست نہیں، مثلا یہ کہنا کہ: سال آئندہ ۲۰۱۴ء کے آغاز سے میں نے یہ سامان یا یہ زمین یا یہ شیئر تم سے بیچا، اسی بنا پر یہ بیع درست نہیں ہے، اس طرح کی بیع کا سرے سے کوئی اثر ہی نہیں پڑے گا، کیونکہ یہ بیع باطل ہے، اور باتفاق علماء بیع باطل کے نتیجہ میں مبیع کی ملکیت منتقل نہیں ہوتی۔ لیکن بیع سلم کسی ایسی شئی پر درست ہوتی ہے جو ذمہ میں معلوم ہو، اور جو مجلس عقد ہی میں مکمل ثمن کی ادائیگی کی شرط کے ساتھ مستقبل تک مؤخر ہو۔ ہاں اگر بیع کسی ایسی غائب شئے کے سلسلے میں ہو جسے اس کے متعین اوصاف کے ساتھ رؤیت نہ پائی گئی ہو تو جمہور فقہاء کے نزدیک ایسی بیع جائز اور درست ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک بغیر رؤیت اور بغیر وصف کے بھی درست ہے، اس صورت میں ان کے نزدیک عاقد (معاملہ دار) کو خیار رؤیت حاصل ہوگا، اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ:

"من اشتری مالم یرہ فھو بالخیار اذا رآہ"

جس نے دیکھے بغیر کوئی چیز خرید لی تو دیکھنے کے بعد اسے اختیار حاصل ہوگا۔(۱)

شوافع نے اس بیع کو باطل قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس میں غرر یعنی جہالت ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آچکا ہے۔

۱۵۔حکمی قبضہ سے متصف شیئرز کی اس خرید کا کیا حکم ہے جس میں شیئرز سرٹیفیکٹ پر حسی قبضہ تاخیر سے ہو؟

عموماً نئے مالک کے نام سے شیئرز سرٹیفیکٹ کی وصولی یا اس پر قبضہ میں بعض انتظامی اسباب کی وجہ سے ایک سے تین ہفتے تک کی تاخیر ہوتی ہے، اور کمپنی شیئرز خرید تے وقت اپنے اثاثے اور اپنی املاک میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کو تسلیم کرتی اور اس کی ضمانت لیتی ہے، اور ایسی صورت میں حقوق اور ذمہ داریاں مشتری کی طرف منتقل ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ اس بیع کا کیا حکم ہوگا، کیا حکمی یا معنوی قبضہ کافی ہے یا حسی اور عملی قبضہ ضروری ہے؟

فقہاء کا اصول یہ ہے کہ شئ کی ماہیت کے اعتبار سے قبضہ کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، چنانچہ اشیاء غیر منقولہ میں تخلیہ سے اور اشیاء منقولہ جیسے سامان تجارت، سرمائے، مشینیں، اور اوزار وغیرہ میں عملی قبضہ یا تخلیہ سے قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے، یا کسی ایسے طریقہ سے جو عرف وعادت میں قبضہ متصور ہوتا ہو، چنانچہ حنفیہ کے سوا جمہور فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ منقولات جیسے سامان زندگی، چوپائے اور جانوروں میں قبضہ ان کی نوعیت کے اعتبار سے یا لوگوں کے درمیان رائج عرف کے مطابق تسلیم کیا جائے گا۔(۲)

لہٰذا کمپنیوں کے نظام میں عرف وعادت کے مطابق قبضہ کا تحقق ہو جائے گا، اگر اس بیع میں کمپنی کی طرف سے شیئرز کی حوالگی کی تصدیق یا ضمانت کی ضرورت پیش آئے تو اختیار کردہ طریقہ کار کے مطابق کمپنی کے لئے ایسا کرنا واجب ہوگا۔

۱۶۔عملی یا حسی قبضہ سے پہلے شیئرز کی بیع کا کیا حکم ہے؟

شیئرز کمپنی کے اثاثے یعنی اعیان ومنافع اور ان کے علاوہ نقود اور دیون کی نمائندگی کرتے ہیں، اور ان کی منتقلی اور خرید وفروخت عام قاعدے کے مطابق ان پر قبضہ کے بعد یا کمپنی یا بائع کی طرف سے ان کی ادائیگی کے بعد ہوا کرتی ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شیئرز سرٹیفیکٹ کے حصول سے قبل شیئرز کی بیع درست ہے؟ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ محض بیع وشراء ہی سے شیئرز کے منافع مشتری کی ملکیت میں آجاتے ہیں اور اس کے ضمان میں بھی داخل ہو جاتے ہیں۔

قبضہ سے پہلے کسی چیز کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں علماء کی تین قسم کی آراء ہیں۔(۱)

۱۔ حنفیہ کی رائے ہے کہ: مبیع منقول میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے غیر مقبوضہ شئے کی بیع سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ابوداؤد نے حضرت ابن عمر کے حوالہ سے اس روایت کی تخریج کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے ان سے کہا کہ آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ سامان تجارت کو اس جگہ فروخت کیا جائے جہاں سے اسے خریدا جائے، یہاں تک کہ تاجر اسے اپنے کجاوے تک منتقل کرلیں۔ جہاں تک جائداد غیر منقولہ کا تعلق ہے جیسے زمینیں اور مکانات تو شیخین یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک استحسانا قبضہ سے پہلے ان کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ اشیاء غیر منقولہ میں کوئی غرر نہیں، کیونکہ نہ تو ان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے، اور نہ ہی عام حالات میں بیع ہوجانے کے بعد اور قبضہ سے پہلے ان کے تبدیل ہونے کا خدشہ ہے، اس مسلک کے مطابق قبضہ سے پہلے شیئرز کی بیع جائز نہیں۔

۲۔ شوافع، محمد بن الحسن اور امام زفر کا خیال ہے کہ: جس چیز کی ملکیت ثابت نہ ہوئی ہو اس کی بیع قبضہ سے پہلے علی الاطلاق جائز نہیں، خواہ اس کا تعلق اشیاء منقولہ سے ہو یا اشیاء غیر منقولہ سے، اس لئے کہ غیر مقبوضہ اشیاء کی خرید وفروخت سے ممانعت عام ہے، اسی سے یہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ قبضہ سے پہلے شیئرز کی بیع درست نہیں۔

۳۔ مالکیہ اور حنابلہ کا خیال ہے کہ: صرف غلہ کی بیع قبضہ سے پہلے درست نہیں، اور حنابلہ نے اسے اس بات سے مقید کیا ہے کہ غلہ کیلی یا وزنی یا عددی (یعنی ناپی، تولی اور شمار کی جانے والی چیزیں) ہونا چاہئے، لہٰذا ایسے شیئرز کی بیع قبضہ سے پہلے درست ہے جن کا تعلق غلہ سے نہ ہو، اس خیال کی تائید ''البرکہ بینک'' کے چھٹے سیمینار کے فتوی نمبر ۱۴ میں کی گئی ہے، جس کا مفہوم اس طرح ہے: کمپنیوں اور بینکوں کے لئے ایسے سامانوں کی بیع درست ہے جن پر ابھی تک ان کا قبضہ نہ ہوا ہو یا جو ان کی زیر ملکیت نہ آئے ہوں بشرطیکہ وہ سامان غلہ نہ ہوں، کیونکہ اشیائے غیر مقبوضہ کی بیع کی ممانعت صرف غلہ تک محدود ہے۔

میرے نزدیک اس سلسلے میں شیئرز اور ان بانڈز کے تعلق سے جو تجارتی سیکورٹیز کی نمائندگی کرتے ہیں، سب سے مناسب رائے حنفیہ اور شوافع کی ہے، اس لئے کہ قبضہ سے پہلے ان کی تجارت یا ان کی منتقلی محض ان عقود کی ایک علامت ہوگی جو بانڈز کے ذریعہ کئے جاتے ہیں، چونکہ اس میں نہ تو وصولی ہے اور نہ ہی قبضہ، اور اس میں ایسا واضح غرر ہے، جو شریعت کی اس ممانعت سے متصادم ہے جو اس بیع کے

سلسلے میں وارد ہوئی ہے، جیسا کہ اس روایت میں ہے جسے امام احمد نے حضرت حکیم ابن حزام کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا یحل سلف وبیع، ولا ربح مالم یضمن، ولا بیع مالیس عندک"۔

اور یہ بیع بھی اشیائے غیر مضمونہ کی بیع سے متعلق ہے، جس کا مفہوم اشیائے غیر مقبوضہ ہی ہے، کیونکہ تلف ہونے سے پہلے سامان تجارت مشتری کے ضمان میں نہیں ہوتا ہے، ایسی صورت میں جب وہ تلف ہوتا ہے تو بائع کے مال سے تلف ہوتا ہے۔

۱۷۔اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں بروکر (ایجنٹ) کی حیثیت سے کام کرنے کا کیا حکم ہے؟

اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں بروکر یا ایجنٹ عموماً بازار میں شیئرز کی رائج قیمتوں سے واقف ہوتے ہیں اور ایجنٹ کی حیثیت سے خرید وفروخت کی کارروائی کا اندراج کرتے ہیں، اس تصرف میں تھوڑی تفصیل ہے:

(الف) اگر بروکر کا یہ تصرف ایجنٹ کی "انابت" یا "توکیل" کے بغیر ہے تو ان کا یہ تصرف فضولی کے تصرف کے حکم میں ہوگا جو ایجنٹ کی اجازت پر موقوف ہوگا، یہ مسلک صرف احناف اور مالکیہ کا ہے، لہٰذا اگر ایجنٹ نے اجازت دے دی تو یہ تصرف نافذ ہوگا، اس لئے کہ بعد میں دی جانے والی اجازت سابقہ وکالت کی طرح ہے، اور اگر ایجنٹ نے اس کی اجازت نہ دی تو یہ تصرف باطل اور لغو ہوگا، اور بروکر یا ایجنٹ خود اس کا ذمہ دار ہوگا۔

جہاں تک اجرت کا تعلق ہے تو اگر بروکر نے مفت یہ عمل کیا ہے تو وہ ابضاع ہے، اور اس کی دلیل اصحاب سنن اور دیگر محدثین کی روایت کردہ یہ حدیث ہے: "باع قدحا بیبع من یزید" کہ آپ ﷺ نے ایک پیالہ کو بولی لگا کر فروخت کیا۔ اور اگر اس نے متعین اجرت کے عوض یہ کام کیا ہے تو وہ اجیر خاص ہے، اور اگر منافع کی ایک شرح کے عوض اس نے یہ کام انجام دیا ہے تو یہ مضاربہ ہے۔

(ب) اور اگر بروکرز مؤکل کی طرف سے وکیل بنائے جانے کے بعد یہ تصرف کریں، تو ایسی صورت میں ان کی حیثیت ایسے وکلاء کی ہوگی جن پر وکالت کے احکام منطبق ہوں گے خواہ یہ وکالت حسب اتفاق اجرت متعین کرکے ہو یا بغیر اجرت کے ہو۔

خلاصۂ بحث:

زیرِ نظر مقالہ میں اس موضوع سے متعلق ۱۷ نکات ہیں:

موجودہ زمانہ میں شیئرز اور سندات جیسے تجارتی بانڈز کے ذریعہ کاروبار کا عام رواج ہو چکا ہے۔ جہاں تک کسی ایسی کمپنی کے شیئرز کا تعلق ہے جس کا کاروبار یا جس کی اسکیم حلال ہو تو وہ جائز ہیں، رہے بونڈز تو وہ جائز نہیں، کیونکہ یہ سود بردار قرض کے ذرائع ہیں، کبھی کبھی حلال کاروبار کرنے والی کمپنیاں بھی سودی قرضے حاصل کرتی ہیں، لہٰذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور کی شراکت دار کمپنیوں کے ان افعال کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۱۔ شیئرز کی حیثیت مساوی قیمت کی حامل اور تجارتی طریقوں سے رواج پذیر دستاویزات کی ہے، شیئرز کمپنی کے اصل اثاثے اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے حقوق میں مشترک حصص کی نمائندگی کرتے ہیں، کمپنی کے اصل اثاثے اور اس سے حاصل شدہ حقوق کا انحصار اس کی خالص املاک، اس کی آمدنیوں اور اس کے انتظام وانصرام پر ہوتا ہے۔ شیئرز کی حیثیت صرف ادا کردہ رقوم کی دستاویزات کی نہیں ہے، کیونکہ یہ دستاویزات (خواہ کمپنی نفع میں جارہی ہو یا خسارہ میں) ان قرضہ جات کا لازمہ ہیں جن پر متعین سود واجب الاداء ہوتا ہے، ان دستاویزات کے حاملین کو کمپنی میں شراکت کا اختیار نہیں ہوتا ہے، یہ قرضہ جات ایک متعین قیمت کی نمائندگی کرتے ہیں جو مقروض کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں ضبط کی جاسکتی ہے۔ کمپنی کی املاک اور اس کے اثاثوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

وضعی قوانین میں کسی حصہ دار کے قرض دہندہ گان کو مقروض شیئرز ہولڈر کے حصص کے سلسلہ میں جب تک کمپنی قائم ہے، کوئی حق تنفیذ حاصل نہ ہوگا، اس لئے کہ شرکاء کی ذمہ داریوں سے الگ خود کمپنی کی ایک مالی ذمہ داری ہوتی ہے، دائن کو صرف حصہ دار مدیون کو حاصل ہونے والے منافع کے تناسب سے تنفیذ کا حق ہوگا، لیکن چونکہ فقہ اسلامی نے کمپنی کی ایک معنوی حیثیت (مستقل مالی مسئولیت) کی صراحت نہیں کی ہے، اسلئے اس کے نزدیک شراکت دار کے حصص کی ضبطی کی اجازت ہوگی۔ فقہ اسلامی اور موجودہ قانون دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ بعض حالات میں شراکت دار کے سرمائے میں عمل دخل کے سلسلے میں شراکت دار کے قارضین کمپنی کے قارضین کے تابع ہوں گے، کیونکہ

شرکاء کی ذمہ داریوں (liabilities) سے الگ خود کمپنی کی اپنی علیحدہ اور مستقل مسئولیت پورے طور پر مطابق قانون نہیں ہے۔

۲۔ کمپنی کے وجود میں آنے کے بعد اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے خریدے گئے شیئرز کی خرید و فروخت درست ہے، بشرطیکہ بیع صرف کے اصول و احکام ملحوظ رکھے جائیں، اس لئے کہ یہ نقد کی نقد کے ساتھ خرید و فروخت ہے، لہٰذا مجلس عقد ہی میں قبضہ اور سود (ربا النسیئۃ) کی زد سے بچنے کے لئے یکسانیت ضروری ہے، اور معاملہ کا کسی مدت یا خیار شرط سے متعلق ہونا درست نہیں ہے، کیونکہ بیع صرف میں عوضین پر قبضہ شرط ہے۔

۳۔ ضرورت یا حاجت کے وقت سالانہ آمدنی کی حامل اور سودی قرض لینے والی کمپنی کے شیئرز حاصل کرنا درست ہے، اس قسم کے شیئرز کی بیع بھی درست ہے، بشرطیکہ آمدنی کا ایک حصہ ان سودی قرضوں کے تناسب سے جن سے آمدنی حاصل ہوئی ہے نکال دیا جائے، ایسی آمدنی کو ضرورت مندوں پر خرچ کر دیا جائے، اس طرح کی رقوم سے نفقے یا شیئر ہولڈرس کے ذمہ عائد ہونے والے ٹیکس (taxes) کی ادائیگی نہیں کی جائے گی۔

۴۔ وہ کمپنیاں جن کا کاروبار حرام ہے، جیسے شراب، خنزیر کے گوشت، لہو و لعب کے سامانوں کی خرید و فروخت اور سودی اسکیموں یا بینکوں میں روپیہ لگانا، ایسی کمپنیز کے شیئرز کی خرید و فروخت قطعی حرام ہے، اسی ذیل میں وہ کمپنیاں بھی آتی ہیں جن کے بڑے بڑے ہوٹل اپنے کھانوں میں خنزیر کے گوشت اور الکوہل ملے ہوئے مشروبات (alcoholic drinks) پیش کرتے ہیں، اسی طرح موسم گرما گذارنے کا انتظام کرنے والی وہ کمپنیاں بھی اسی زمرہ میں آتی ہیں جو عورتوں اور مردوں کے درمیان مخلوط تیراکی کیلئے ساحل سمندر (beach) کیبنز (cabins) بناتی ہیں۔

۵۔ عام ضرورت و حاجت کے سوا ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدنا جائز نہیں جن کا کاروبار اور مقصد تو جائز اور درست ہو، لیکن انکم ٹیکس کی زد سے بچنے کے لئے انہیں کبھی کبھار سودی قرضے لینے پڑتے ہوں، اس لئے کہ ایسی صورت میں اصل سرمایہ حرام سے مخلوط ہو جاتا ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ ایک ظلم کا حل کسی دوسرے ظلم یا حرام سے نہیں نکالا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ضرورت و حاجت کے وقت اور گراں اور ظالمانہ ٹیکسیز کی وجہ سے اس قسم کے شیئرز خریدنا جائز نہیں ہے۔

۶۔ اگر کوئی کمپنی از روئے قانون اپنے سرمائے کا ایک حصہ سینٹرل ریزرو بینک میں جمع (deposit)

کرنے کی پابند یا ضرورت کے شرعی اصول وضوابط کے اعتبار سے اس پر مجبور ہو یا اسے سیکورٹی بانڈز (security bonds) خریدنے پڑتے ہوں جن کی وجہ سے اسے سود بھی ملتا ہو تو یہ ممنوع نہیں ہے، بشرطیکہ اس سود سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرلیا جائے اور اسے رفاہی امور میں صرف کردیا جائے، اس کے مستحق نہ کمپنی کے شرکاء ہیں اور نہ ہی کمپنی کی انتظامیہ کمیٹی۔

۷۔ احناف کی رائے کے مطابق سودی قرضوں سے حاصل شدہ منافع مفید ملک تو ہیں، مگر یہ ملک، ملک خبیث ہے، یعنی یہ منافع اس کیلئے جائز اور حلال نہیں ہیں جس نے انہیں حاصل کیا ہو، جیسا کہ حنفیہ کے نزدیک بیع فاسد کے حکم کے سلسلہ میں مقرر ہے، چنانچہ ان کے نزدیک عقد فاسد ملک خبیث کا فائدہ دیتا ہے، ایسے عقد کا فسخ کرنا، اس کے فساد کے اسباب کا ازالہ کرنا اور ایسے مال کا محتاجوں پر صدقہ کرنا واجب ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک ایسے منافع نہ مفید ملک ہیں اور نہ حلال۔

۸۔ کمپنی کا بورڈ آف ڈائریکٹرز شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے، اس کی حیثیت سرمائے کے امین کی ہے، بورڈ آف ڈائریکٹرز اسی صورت میں سرمائے کا ضامن ہوگا جب اس کی طرف سے سرمائے کی حفاظت کے سلسلے میں تعدی یا کوتاہی پائی جائے گی، بورڈ کا عمل شیئر ہولڈرس کے عمل کا قائم مقام ہے، ایسا اس لئے کہ فقہ اسلامی کے نقطۂ نظر سے کمپنی کی حیثیت ایک ٹرسٹ (trust) اور شراکت (partnership) کی ہے، اور جہاں تک ماہرین قانون کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک کمپنی کا ایک قانونی اور معنوی وجود ہوتا ہے، چنانچہ اس کا ایک نام، پتہ، مقام اور اس کی ایک قومیت ہوتی ہے، وہ حقوق حاصل کرتی ہے اور ذمہ داریوں کی پابند ہوتی ہے، اور جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ شراکت داروں کی مسئولیت (liabilities) سے الگ خود کمپنی کی اپنی ایک مالی مسئولیت ہوتی ہے، لیکن شراکت دار صرف اپنے حصص کے بقدر ہی کمپنی کے قرضہ جات کا ذمہ دار ہوگا، شراکت دار کے قرض دہندگان کو اس کے حصص ضبط کرنے یا اس میں کسی طرح مؤثر ہونے کا اختیار نہیں ہے، انہیں یہ اختیار صرف اس کے منافع میں ہے۔

۹۔ کمپنی کی مینیجنگ کمیٹی کے کسی ممبر کا سودی قرض لینے کے فیصلے سے صرف اختلاف کرنا اسے بری الذمہ قرار دینے کے لئے کافی نہیں، کیونکہ انتظامی بورڈ اور ڈائریکٹر کے اقدامات وتصرفات کے اثرات موکل ہونے کی حیثیت سے تمام شرکاء کو محیط ہوں گے، زیادہ سے زیادہ اس ممبر کا یہ عمل صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار پا سکتا ہے اور بس۔

☆ این دغل دوستان کہ می بینی مگسانند گرد شیرینی ☆

۱۰۔ سود پر مبنی معاملہ کی خرابی کا اثر تمام شرکاء پر پڑے گا، اور وہ سب کے سب اس کے ذمہ دار قرار پائیں گے۔ جہاں تک شراکت دار کے مال کو حرام کے اختلاط سے بچانے اور اس کے ضرر سے دور رکھنے کا سوال ہے تو اس کے لئے شراکت دار کو ایک اقدام کرنا ہوگا اور وہ یہ کہ سود سے پیدا شدہ متعین منافع میں سے اس کے بقدر صدقہ کر دیا جائے، اس طرح شراکت دار حرام شئے سے انتفاع کے وبال سے بچ جائے گا اور اپنے آپ کو حرام کے ارتکاب سے بچالے گا۔

۱۱۔ اسی طرح اگر شیئر ہولڈر کل آمدنی میں مخلوط سودی منافع میں سے اس کے تناسب سے صدقہ کر دے تو اپنے مال کو حرام سے مخلوط کرنے کے گناہ سے بچ سکتا ہے، کل آمدنی میں مخلوط سودی منافع میں سے اسی کے بقدر رقوم تخمینہ سے بھی نکالی جاسکتی ہیں اور موجودہ دور کے کمپیوٹر کے دقیق حساب کے مطابق بھی، عین مال حرام کا نکالنا ضروری نہیں، اسلئے کہ مال کا تعین ممکن نہیں جیسا کہ اس حقیقت کی طرف مالکی مسلک کے دو بزرگوں ابن العربی اور قرطبی نے اشارہ کیا ہے۔

۱۲۔ شیئرز کی تجارت یعنی قیمت بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ اس کی خرید وفروخت شرعاً ممنوع نہیں، بشرطیکہ قبضہ پایا جائے، خواہ حکمی ہی سہی، شیئرز کا یہ کاروبار احتکار (ذخیرہ اندوزی) کے ذیل میں نہیں آتا، اس لئے کہ سامان تجارت فی نفسہ مارکیٹ میں موجود ہے، اور شیئر ہولڈر کا اپنے شیئرز کی بیع کے لئے قیمتوں کے بڑھنے کا انتظار صرف کنندہ (consumer) کے حق میں ضرر رساں نہیں۔

۱۳۔ فیوچر سیل (future sale) جس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا، اس میں شیئرز سرٹیفکیٹ کی نہ حوالگی ہوتی ہے اور نہ ثمن کی وصولی، بلکہ اس کا مقصد بڑھتے گھٹتے داموں کے ساتھ نفع ونقصان کے توازن کو برابر کرنا ہوتا ہے، ایسی بیع شرعاً حرام اور فاسد ہے، اس لئے کہ یہ دین کی دین سے بیع ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بیع کالی بالکالی سے (یعنی دین کی بیع دین سے) منع فرمایا ہے، اور اس قسم کی بیع کے فاسد ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

۱۴۔ غائب سودا (forward sale) جن کا انعقاد مستقبل میں ہونے والا ہو، درست نہیں ہے، اس لئے کہ بیع کا تقاضا قطعیت ہے، لہٰذا نہ تو اسے کسی شرط پر متعلق کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاسکتی ہے، جب تاخیر سے واجب الادا شیئرز کی بیع اس کی قیمت سے کم پر ادائیگی کے وقت سے پہلے نقدا کی جائے تو ایسی بیع فاسد ہے، اس لئے کہ یہ دین آجل کی اقل نقد

عاجل کے ساتھ بیع ہے جیسے بل ڈسکاؤنٹ(bill discount)، البتہ بیع سلم کسی ایسی شئے میں درست ہے جو ذمہ میں معلوم ہو اور جس کی حوالگی مستقبل میں کسی وقت تک مؤخر ہو، بشرطیکہ مجلس عقد ہی میں پورا ثمن ادا کر دیا جائے۔

۱۵۔ فروخت کردہ شیئرز پر حکمی قبضہ میں کوئی ممانعت نہیں ہے، اسلئے کہ کمپنی انتظامی اسباب کی وجہ سے نئے مالک کے نام سے شیئرز سرٹیفیکٹ کی حوالگی میں تاخیر کے باوجود اس بیع کو تسلیم کرتی ہے، اور شیئرز کے نئے خریدار کے حصص کی ضمانت لیتی ہے۔ حنفیہ کے سوا جمہور ائمہ نے صراحت کی ہے کہ ہر چیز پر قبضہ اس کی نوعیت کے اعتبار سے عرف و عادت کی بنا پر ہوتا ہے، لیکن شیئرز کے اس نئے مالک کے لئے شیئرز سرٹیفیکٹ پر قبضہ سے پہلے اس شیئر کی بیع درست نہیں ہوگی، جیسا کہ مندرجہ ذیل مسئلہ میں ہے۔

۱۶۔ قبضہ سے پہلے شیئرز کی خرید و فروخت یا اس کی منتقلی درست نہیں ہے، اس لئے کہ غرر کا اندیشہ ہے، اور اسی طرح شیئرز کے داموں کے بڑھنے کی صورت میں عدم حوالگی کا امکان ہے، اور آپ ﷺ نے غرر اور قبضہ سے پہلے کسی چیز کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۷۔ اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں بروکر (ایجنٹ) کا معاملہ کرنا مؤکل کے معاملہ کرنے کی طرح ہے اگر مؤکل اسے اپنے معاملہ کا وکیل یا نائب بنادے، اس لئے کہ اگر توکیل نہ پائی جائے تو حنفیہ اور مالکیہ کے مطابق ''بروکر'' کا تصرف ''فضولی'' کے تصرف کے حکم میں ہوگا، اگر مؤکل اجازت دیدے تو معاملہ کا نفاذ ہوگا، ورنہ عقد باطل ہو جائے گا، اور خریداری کے معاملہ کا ذمہ دار ایجنٹ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

☆☆☆☆☆

اسکولوں اور دینی مدارس کے طلباء وطالبات کے لئے!

مختصر نصابِ فقہ سوالاً جواباً

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

بہتر آن باشد کہ سرِ دلبران ☆ گفتہ آید در حدیث دیگران